تلفیق اور جمع بین المذاہب کا معاصر فتوے میں کردار

ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کے اسلامی مالیات پر فتاوی کا تحقیقی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر منصوری

(دوسری قسط)

تلفیق اور تتبع رخص

ان کے درمیان بھی عموم وخصوص کی نسبت ہوتی ہے' کیوں کہ تتبع رخص' تلفیق سے زیادہ عام ہے' کبھی شریعت کی رخصتیں تلاش کرتے ہوئے تلفیق کا سہارا لیا جاسکتا ہے اور کبھی اس کی نوبت نہیں آتی۔ رابطہ عالم اسلامی کی فقہی اکیڈمی (المجمع الفقھی) نے قرارداد نمبر ۷ میں فقہی رخصتوں پر عمل کرنے کے جواز کا فتوی دیا ہے' تاہم اکیڈمی نے فقہی رخصتوں پر عمل کرنے کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ مختلف مسالک کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل محض نفسانی خواہش کی اتباع میں نہ ہو۔ مجتہدین کے اقوال میں سے آسان قول اختیار کرتے ہوئے اس کا لحاظ رکھا جائے کہ:

۱۔ رخصت وسہولت پر مبنی اقوال جن کو اختیار کرنا مقصود ہو' شرعاً معتبر اقوال ہوں' شاذ اقوال میں شمار نہ کیے جاتے ہوں۔

۲۔ رخصت پر عمل کرنے کی ضرورت کسی مشقت کو دور کرنے کے لیے ہو۔

۳۔ رخصت پر عمل کرنے والا بذات خود ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو جو ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۴۔ رخصت پر عمل کے نتیجے میں ممنوع تلفیق کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو۔

۵۔ اس قول کو اختیار کرنا کسی غیر مشروع مقصد تک رسائی کا ذریعہ نہ بنتا ہو۔

تلفیق اور مراعاۃ الخلاف

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ تلفیق اسی صورت میں مذموم ہے جب ایک عامی ومقلد خواہش نفس کی پیروی میں ایک مسئلے میں مختلف آراء پر بہ یک وقت عمل کرے۔ ایسی تلفیق بین المذاہب ناجائز ہے' کیوں

کہ اس کا مقصد نفس پرستی کی خاطر آسانیاں تلاش کرنا ہوتا ہے' تاہم اگر کوئی مجتہد عمومی مصلحت و مفاد کی رعایت کرتے ہوئے اور اختلاف کو ختم کرنے کی نیت سے اس طرح کی تلفیق کرے تو یہ جائز ہے۔فقہ مالکی میں اس تلفیق کو "مراعاۃ الخلاف" کا نام دیا گیا ہے۔اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:"اعمال دلیل فی لازم مدلوله الذی اعمل فی نقیضه دلیل آخر "(دلیل کو اپنے مدلول کے اس لازمی نتیجے میں کام میں لانا' جس کے خلاف کوئی اور دلیل موجود ہو۔)مراعاۃ الخلاف کا غالب وصف دو متضاد دلیلوں پر بہ یک وقت عمل کرنا ہوتا ہے۔اس کی مثال نکاح شغار ہے۔نکاح شغار مالکی فقہ میں ناجائز ہے' حنفی فقہا اسے جائز سمجھتے ہیں گو کہ ان کے نزدیک اس کے ساتھ ایک فاسد شرط وابستہ ہے۔حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت کو وہ کراہت پر محمول کرتے ہیں۔"مراعاۃ الخلاف" کو بروئے کار لاتے ہوئے مالکی فقہا نے اس مسئلے پر دونوں آرا کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔چنانچہ ان کے نزدیک اصل حکم تو حرمت کا ہے تاہم نکاح واقع ہونے کی صورت میں وہ مہر مثل اور باہمی وراثت کا حکم دیتے ہیں۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایک ہی مسئلے پر دو مخالف آرا کو جمع کرنے اور ایسے فعل کی مجموعی صحت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کے فتاوی میں جمع بین المذاہب کی مثالیں

ھیئة المحاسبة والمراقبة للمؤسسات المالیة الاسلامیة کے شریعہ بورڈ نے اپنے فتاوی میں عموماً تلفیق اور جمع بین المذاہب کے منہج کو اختیار کیا ہے۔وہ مالیاتی مسائل میں تمام مسالک کی آرا سے استفادہ کرتا ہے اور دلیل اور مصلحت راجحہ کی بنیاد پر ایک رائے کا انتخاب کرتا ہے۔علامہ یوسف القرضاوی اس منہج اجتہاد کو اجتہاد انتقائی کہتے ہیں۔انھوں نے انتقائی اجتہاد کی مثال یوں دی ہے کہ مصارف زکاۃ میں مؤلفۃ القلوب کے بارے میں مالکی فقہا کی رائے یہ ہے کہ یہ حصہ ساقط نہیں ہوا اب بھی برقرار ہے' باقی فقہا کے نزدیک یہ ساقط ہوگیا ہے۔فقیر و مسکین کو دیے جانے والے مال زکوۃ کے حوالے سے شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ انھیں اتنا مال دے دیا جائے جو ان کی پوری عمر کی ضروریات کو پورا کرے۔مصرف "فی سبیل اللہ" کے بارے میں فقہ حنبلی کا موقف یہ ہے کہ یہ مصرف مجاہدین کی امداد تک محدود نہیں' بلکہ اسلامی ریاست کے دفاع کے لیے اسلحہ کی خریداری بھی "فی سبیل اللہ" کے مفہوم میں شامل ہے۔علامہ یوسف القرضاوی کے خیال میں اس عہد کی مخصوص ضروریات

☆احسن الی الناس بوقدم الخیر للبشر تلتقی السعادۃ من عیادۃ مریض مواعطاء فقیر والرحمة بینهم.☆

اورشریعت کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ درست ہوگا کہ مؤلفۃ القلوب کے حوالے سے فتویٰ مالکی رائے کے مطابق دیا جائے۔فقیر ومسکین کودی جانے والی مقدارزکوۃ کے حوالے سے شافعی نقطہ نظراور''فی سبیل اللہ'' کے حوالے سے حنبلی نقطہ نظرکواختیار کیا جائے۔هيئة المحاسبة و المراقبة (AAOIFI) کے جاری کردہ المعايير الشرعيه (shariah standards) میں جو اسلامی مالیاتی اداروں کا فقہی ضابطہ ہیں،تلفیق وتخییر اورجمع بین المذاہب کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ذیل میں ہم هئية المحاسبة و المراقبة کے بیع مرابحہ پر ضابطے کی چند دفعات کا جائزہ لیتے ہیں۔

ا۔وعدے کا قابل نفاذ ہونا

المعايير الشرعية کا ضابطہ نمبر۸ بیع مرابحہ (یعنی خریدار کی خواہش پرکوئی چیزخرید کراسے مرابحہ کی بنیاد پر بیچنا) کے عنوان سے ہے۔شریعت میں معدوم چیز کی بیع جائز نہیں لہذا اسلامی بینک ایک ایسی چیز کو،جواس کی ملکیت اور قبضے میں نہیں ہے،فروخت نہیں کرسکتا،تاہم اگرکوئی گاہک کسی متعین چیز کی خریداری کے لیے بینک کے سرمایے کا خواہش مند ہوتواسی مذکورہ ضابطے کی رو سے وہ ایسا کرسکتا ہے ۔بینک اس کے لیے وہ چیزخریدے گا اور قیمت خرید پرایک متعین نفع لگا کراسے ادھار پروہ چیز بیچ دے گا۔ایسا کرنے کے لیے وہ گاہک سے وعدہ لے گا کہ وہ اس چیز کوخریدنے کا پابند ہوگا اور یہ وعدہ قضاء قابل نفاذ ہوگا۔

المعايير الشرعية کی دفعہ نمبر۲،۵،۲ میں کہا گیا ہے کہ گاہک کی طرف سے مرابحہ کی درخواست کے مرحلے پراورسپلائر سے مطلوبہ سامان خریدنے سے پہلے بینک گاہک سے وعدہ لے گا کہ وہ یہ سامان خریدنے کا پابند ہوگا اور بینک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وعدے کی خلاف ورزی سے ہونے والے اپنے نقصان کوگاہک کے سیکورٹی ڈیپازٹ سے پورا کرے۔وعدہ کے قضاء قابل نفاذ ہونے کے سلسلے میں فقہا کی چار آراء ہیں:

پہلی رائے: وعدے کو پورا کرنا نہ صرف لازم ہے،بلکہ عدالت کے ذریعے اس پر جبراً عمل کرانا بھی جائز ہے۔یہ عمر بن عبدالعزیز،قاضی سعید بن الاشوع کوفی،ابن شبرمہ اور بعض مالکیہ کا قول ہے۔

دوسری رائے: وعدے کو پورا کرنا قضاءً لازم نہیں۔شافعیہ،حنابلہ،ظاہریہ اور بعض مالکیہ کا یہی مذہب ہے۔(۴۱)

تیسری رائے: حنفیہ کے نزدیک وعدہ پورا کرنا قضاءً لازم نہیں' البتہ دوصورتوں میں قضاءً بھی لازم ہے۔ایک تو یہ کہ وعدہ معلق علی الشرط ہو'مجرد نہ ہو جیسا کہ درالحکام دفعہ ۸۴'۷۷میں ہے کہ ''المواعید بصور التعلیق تکون لازمة لانه یظهر فیها حینئذ معنی الالتزام والتعهد۔''(۴۲)یعنی وعدے تعلیق کی صورت میں لازم ہوں گے' کیوں کہ اس سے التزام اور ذمے داری کا معنی ثابت ہوتا ہے۔دوسری صورت جس میں حنفیہ کے ہاں وعدہ پورا کرنا لازم ہے وہ بیع وفا کی ہے۔چناں چہ درالمختار میں علامہ شامی نے لکھا ہے:''ولو باعه علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به 'لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس وهو الصحیح 'کما فی الکافی والخانیة الخ۔''یعنی اگر وعدے پر کوئی چیز بیچے تو جائز ہے اور اس وعدے کو پورا کرنا لازم ہوگا' کیوں کہ لوگوں کی حاجت کے باعث وعدے کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔(۴۳)

چوتھی رائے: عام حالات میں تو وعدہ پورا کرنا قضاءً واجب نہیں' لیکن اگر وعدہ کرنے والے کی وجہ سے دوسرے شخص کو کوئی مالی بوجھ برداشت کرنا پڑے یا وہ اس وعدے کی بنیاد پر کوئی ذمے داری قبول کر لے تو ایسے وعدے کو پورا کرنا ضروری ہے اور اس پر وعدہ کرنے والے کو بہ ذریعہ عدالت مجبور بھی کیا جاسکتا ہے۔(۴۴)

مجمع الفقہ الاسلامی اور ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے مرابحہ پر اپنے مذکورہ فتوے میں مالکی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔یہ رائے موجودہ عہد کی کاروباری اور تجارتی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔امر واقع یہ ہے کہ کاروباری معاملات میں وعدے کو اگر محض ایک اخلاقی تقاضا سمجھ لیا جائے اور وعدہ کرنے والے کو اپنے وعدے کا قانونی طور پر پابند نہ کیا جائے تو کاروبار میں شدید حرج پیدا ہوسکتا ہے اور موعود لہ کو شدید مالی نقصان ہوسکتا ہے۔

۲۔لازمی صدقہ کا مسئلہ

سودی بنکوں میں اگر کوئی گاہک واجب الاداء قرض کی ادائی میں تاخیر کرے تو بینک اس پر بہ طور جرمانہ اپنا سود بڑھا دیتا ہے۔شریعت کی رو سے دین اور قرض کی اصل رقم پر کوئی اضافہ سود ہے۔ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ اگر کوئی گاہک بلاعذر قسط کی ادائی میں تاخیر کرتا ہے تو اسے ایک مخصوص رقم صدقے کے طور پر دینا ہوتی ہے۔ضابطہ نمبر ۸ بابت مرابحہ کی دفعہ ۵.۶ میں کہا گیا ہے کہ

بینک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ معاہدے میں گاہک سے اس طرح کا وعدہ لے کہ اگر اس نے دین کی ادائی میں تاخیر کی تو وہ اتنی رقم صدقہ کرے گا جسے بینک خیراتی مقاصد کے لئے استعمال کرے گا۔التزام تصدق یالازمی صدقے کے حوالے سے فقہ اسلامی میں عموماً رائے یہ ہے کہ اس التزام صدقہ یا نذر کو قضاءً پورا کرنا لازمی نہیں۔بعض مالکی فقہا کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے'اس کا تعلق عین اور نذر سے ہے جو عبداللہ بن نافع اور محمد بن ابراہیم بن دینار کے ہاں قضاءً نافذ ہوتے ہیں'چنانچہ علامہ حطاب لکھتے ہیں:

اما اذا التزام المدعی علیه للمدعی انه لم یوفه حقه فی وقت کذا و کذا فله علیه کذا و کذا 'فهذا لایختلف فی بطلانه'لانه صریح الربوا......و اما التزام انه ان لم یوفه حقه فی وقت کذا فعلیه کذا و کذا لفلان'او صدقة للمساکین 'فهذا هو محل الخلاف المعقود له هذا الباب'فالمشهور انه لایقضی به کما تقدم'و قال ابن دینار :یقضی به.(۴۵)

اگر مدعا علیہ'مدعی پر یہ بات لازم کرے کہ اگر اس نے اس کا حق فلاں وقت تک ادا نہیں کیا تو وہ اس کے بدلے میں اتنی رقم ادا کرے گا تو اس بات کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ یہ واضح طور پر سود ہے'البتہ اگر یہ بات لازم کی کہ حق نہ دینے پر کسی دوسرے کو اتنی رقم دینا یا مساکین پر صدقہ کرنا لازم ہوگا تو یہ بات محل اختلاف ہے جس کے لیے یہ باب باندھا گیا ہے۔مشہور یہ ہے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا اور ابن دینار کہتے ہیں کہ ادا کرے گا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ احناف کے نزدیک اس التزام صدقہ یا نذر کو قضاء پورا کرنا لازم نہیں'تاہم ھیئۃ المحاسبۃ اور مجمع الفقہ الاسلامی کے فقہاء نے اس مسئلے پر مالکی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے اور اس وعدہ صدقہ کو قضاءً نافذ العمل قرار دیا ہے۔

۳۔عربون اور بیعانے کے ساتھ بیع کا مسئلہ

عربون اس بیع کو کہتے ہیں جس میں مشتری'بائع کو اس شرط پر کچھ رقم دیتا ہے کہ اسے بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔اگر بیع کو قائم رکھا اور نافذ کر دیا تب تو یہ رقم ثمن کا حصہ بن جائے گی اور اگر بیع کو نافذ نہ کیا تو بائع اس رقم کا مالک بن جائے گا۔اس بیع کے جواز میں جمہور فقہا اور امام احمد بن حنبل کے درمیان اختلاف ہے۔

جمہور کا مذہب: جمہور فقہا امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں، کیوں کہ اس میں معاوضہ بلا عوض ہے اور نبی کریم ﷺ نے بیع عربون سے صراحتاً منع کیا ہے، چناں چہ مؤطا میں ہے:

''نهى رسول الله ﷺ عن العربان او العربون.''(۴۶)

امام احمد بن حنبل کا مذہب: امام احمد حضرت زید بن اسلم کی روایت، جس میں نبی ﷺ سے بیع عربون کی بابت سوال کیا گیا اور آپ ﷺ نے اسے حلال قرار دیا، سے استدلال کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیتے ہیں۔(۴۷)

معاییر کی دفعہ ۲.۵.۳ کی رو سے بینک کو حنبلی رائے کے مطابق یہ حق حاصل ہے کہ وہ عربون (بیعانہ) کی رقم گاہک سے لے تاکہ گاہک کی طرف سے انکار کی صورت میں اس رقم سے وہ اپنا نقصان پورا کر سکے۔ اس مسئلے میں ''المعاییر الشرعیۃ'' نے حنبلی نقطۂ نظر کو اختیار کر کے یہ فیصلہ دیا ہے۔ یہ نقطۂ نظر معاہدات کے استحکام کے لیے ضروری ہے اور عہد حاضر کی تجارتی ضروریات سے ہم آہنگ ہے۔

۴۔ بیع بشرط البراءۃ من العیوب

بیع بشرط البراءۃ من العیوب سے یہ مراد ہے کہ بائع خریدار کو اس شرط پر کوئی چیز بیچے کہ وہ مبیع میں ظاہر ہونے والے کسی عیب کا ذمے دار نہیں ہوگا۔ اس طرح شرط لگانے کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے اور فقہاء کے درج ذیل پانچ اقوال ہیں:

پہلا قول: بائع کے لیے عیب سے براءت کی شرط لگانا بھی صحیح ہے اور وہ اس طرح شرط لگانے سے عیوب سے بری بھی ہو جائے گا۔ یہ حنفیہ کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول ہے، جب کہ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔(۴۸)

دوسرا قول: اس طرح شرط لگانے کی کوئی اہمیت نہیں اور بائع کسی عیب سے بری نہیں ہوگا، البتہ اگر بائع کو کسی عیب کا پہلے سے علم ہو اور وہ خریدار کو بتا کر اس سے براءت کا اظہار کرے اور خریدار راضی ہو جائے تو خاص اس عیب سے بری متصور ہوگا۔ یہ امام احمد کا مشہور قول اور حنابلہ کا مذہب ہے۔(۴۹)

تیسرا قول: غلام کے علاوہ کسی اور مبیع میں مطلقاً شرط براءت عیوب ٹھیک نہیں' البتہ اگر کسی متعین عیب سے براءت کا اظہار کرے جس کا اسے علم ہو کہ یہ عیب مبیع میں موجود ہے تو درست ہے بہ صورت دیگر مطلقاً درست نہیں۔ یہ امام مالک کا مشہور قول اور مالکی مذہب ہے۔(۵۰)

چوتھا قول: ظاہری اور معلوم عیب سے مطلقاً بری نہیں ہوگا' البتہ حیوان کی بیع میں باطنی عیب سے بری ہوگا۔ یہ شافعیہ کی ظاہر الروایہ ہے۔(۵۱)

پانچواں قول: جن عیوب کا بیع کے وقت تک علم نہیں ان سے بری ہو جائے گا البتہ جن کا بیع کے وقت علم ہو جائے ان سے بری نہیں ہوگا۔ یہ امام ابن تیمیہؒ کی رائے ہے۔(۵۲)

اس مسئلے میں ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے حنفیہ کی رائے کو اختیار کیا ہے۔ چناں چہ المعاییر کی دفعہ ۹؍۴ میں بینک کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ کوئی چیز اس شرط پر بیچے کہ وہ اس کے کسی عیب کا ذمے دار نہیں ہوگا۔

۶۔ مال مرہون سے انتفاع

معیار شرعی نمبر ۵ کی دفعہ ۶؍۴ کی رو سے بینک کو رہن شدہ چیز سے انتفاع کا حق نہیں ہونا چاہیے خواہ راہن یعنی اس کا مالک اس انتفاع کی اجازت ہی کیوں نہ دے۔ یہ فیصلہ شافعی نقطۂ نظر کے مطابق ہے۔حنفی فقہاء کے نزدیک مرتہن 'مال مرہون سے مالک کی اجازت کے ساتھ استفادہ کر سکتا ہے۔فقہاء کے اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حنفیہ کی رائے: حنفیہ کے ہاں راہن اور مرتہن دونوں رہن سے ایک دوسرے سے اجازت لیے بغیر استفادہ نہیں کر سکتے۔(۵۳)

مالکیہ کی رائے: مالکیہ کے ہاں راہن کے لیے رہن کے منافع سے استفادہ کرنا مطلقاً جائز ہے' جب کہ مرتہن کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ ابتدائے عقد ہی میں استفادہ کرنا طے کر لیا گیا ہو' استفادے کی مدت متعین ہو اور یہ کہ مرہون بہ' دین قرض نہ ہو۔(۵۴)

شافعیہ کی رائے: شافعیہ کے ہاں مرتہن کے لیے رہن سے کسی قسم کا استفادہ کرنا ناجائز ہے۔(۵۵)

حنابلہ کی رائے: حنابلہ کے ہاں اگر مرہونہ چیز سواری یا دودھ دینے والا جانور ہو تو اس سے راہن اور مرتہن دونوں استفادہ کر سکتے ہیں' بہ صورت دیگر مرتہن کے لیے راہن سے اجازت لینا ضروری ہے

بہ شرطے کہ مرہونہ چیز دین قرض نہ ہو نیز راہن عوض بھی لے سکتا ہے۔(۵۶)

۷۔کاغذی زر کی ثمنیت کا مسئلہ

کرنسی نوٹوں کی فقہی حیثیت میں علمائکا اختلاف ہے۔برصغیر کے بیشتر علماء کے نزدیک ان کی حیثیت فلوس اور ثمن اعتباری کی ہے اور ان کے احکام ثمن خلقی یعنی سونے چاندی والے نہیں ہوں گے، جب کہ عرب دنیا کے بیشتر علماء کی رائے یہ ہے کہ نوٹ سونا چاندی کے قائم مقام ہیں اور ان کی حیثیت ثمن خلقی کی ہے اور تمام احکام ثمن خلقی والے ہوں گے لہذا جس طرح ثمن خلقی میں بیع سلم جائز نہیں اسی طرح کرنسی نوٹوں میں بھی جائز نہیں ۔برصغیر کے علماء جن میں مفتی محمد تقی عثمانی سرفہرست ہیں، ان کے نزدیک چوں کہ نوٹوں کی حیثیت ثمن اعتباری کی ہے لہذا ان میں ثمن خلقی والے احکام جاری نہیں ہوں گے اور ان میں بیع سلم بھی جائز ہوگی۔(۵۷)

اب ثمن اعتباری کا کیا حکم ہے؟اس میں ائمہ کی آرا مختلف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں :

امام مالک کی رائے:امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ ثمنیت سے مراد ثمنیت مطلقہ ہے خواہ خلقی ہو یا اعتباری لہذا اس میں تفاضل اور اجل جائز نہیں ہوں گے۔(۵۸)

ائمہ ثلاثہ کی رائے:ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ثمن سے مراد ثمن خلقی ہی ہے، ثمن اعتباری نہیں لہذا اگر کسی ملک میں سونے چاندی کے علاوہ کسی چیز کو بہ طور ثمن رائج کرلیا جائے، تو ان کا حکم بعینہ ثمن حقیقی والا نہیں ہوگا۔(۵۹)

ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے اس مسئلے میں عرب علماء کی رائے کو اختیار کیا ہے جس کی بنیاد مالکی مذہب پر ہے، چناں چہ معیار شرعی نمبر۴/۲/۳ کے مطابق اگر راس المال، نقود یعنی کرنسی ہو تو بدلے میں کرنسی کو ہی مسلم فیہ نہیں بنایا جاسکتا۔یہ بدیہی امر ہے کہ کرنسی نوٹ کو ثمن یا مال نہ سمجھنے کا زکاۃ کی فرضیت، زکاۃ کی ادائی اور کرنسی نوٹ کی شکل میں ادھار پر اضافے جیسے مسائل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کی رائے میں کرنسی اپنی ثمنیت میں ہر لحاظ سے سونے اور چاندی کے مانند ہے۔اس پر ربا، سلم اور زکاۃ کے وہی احکام لاگو ہوں گے جو سونے چاندی پر لاگو ہوتے ہیں۔مشہور حنفی عالم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس رائے کو مقاصد شریعت کے عین مطابق قرار دیتے ہیں ۔وہ لکھتے ہیں :نوٹوں اور سکوں کے مسئلہ میں بھی ضروری ہے کہ اسلام کے اس تصور عدل کو کلیدی اہمیت دی جائے

اور فقہی جزئیات اور قدیم فقہاء کے اجتہادات کو ثانوی۔اس لیے کہ فقہا کی آراء اپنے عہد اور زمانے کے اعتبار سے عین عادلانہ تھیں، مگر ضروری نہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں بھی اقامت عدل کے لیے کفایت کر سکیں۔کرنسی نوٹوں کا مسئلہ بھی حالات اور عرف و عادت سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ہے اور سو سال پہلے یہ حکم تھا ہر حال میں وہی باقی نہ رہے گا' بلکہ اس میں تبدیلی ہوگی۔اگر نوٹوں میں تفاضل کو جائز قرار دیا گیا تو سود کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا اور وہ ساری بندشیں پامال ہو کر رہ جائیں گی جو سود پر باندھی گئی ہیں۔

۸۔قرض میں مدت کے تعین کا مسئلہ

معیار شرعی نمبر۱۹ میں ہیئۃ المحاسبۃ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ معاہدہ قرض میں مدت کا تعین جائز ہے۔آرٹیکل نمبر ۶ میں کہا گیا ہے: "یجوز اشراط الاجل فی القرض فلایلزم المقترض الوفاء قبل حلول الاجل ولیس للمقرض مطالبته به قبله' اما اذا لم یشترط الاجل فیجب علی المقترض الوفاء عندالطلب۔" (قرض میں مدت کی شرط لگانا جائز ہے لہذا مقروض پر وہ مدت آنے سے پہلے اس کی ادائیگی لازم نہیں ہے اور نہ قرض خواہ کے لیے اس سے پہلے مطالبہ درست ہے' تاہم جب مدت کی شرط نہ ہو تو قرض خواہ جب بھی مطالبہ کرے' مقروض پر ادائیگی لازم ہے۔)

حنفی نقطہ نظر کے مطابق قرض میں مدت کا تعین معاہدے کو ناجائز کر دیتا ہے۔قرض حنفی فقہا کی رائے میں درہم کے درہم کے ساتھ تبادلے کی ایک شکل ہے جس میں سپردگی اور قبضے کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔اس طرح یہ دست بہ دست تبادلے کے شرعی تقاضے کی خلاف ورزی ہے' تاہم اگر مدت کا تعین نہ ہو تو استحساناً یعنی خلاف قیاس یہ معاہدہ جائز ہے۔المعاییر الشرعیۃ میں اس نقطہ نظر کو تسلیم نہیں کیا گیا اور قرض کی واپسی کے لیے مدت کے تعین کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیا گیا ہے۔یہ رائے واضح طور پر لوگوں کی مصلحت اور مفاد کا زیادہ تحفظ کرتی ہے اور مقدم الذکر رائے میں جو تنگی' شدت اور سختی ہے اس سے بھی نجات دلاتی ہے۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے قرض کے خلاف قیاس ہونے کی رائے کو شدت سے جھٹلایا ہے اور اسے ایک مغالطہ قرار دیا ہے۔ان کی رائے میں قرض عاریت کی مانند ہے۔عاریت میں انسان منفعت

کا ہبہ کرتا ہے۔منفعت حاصل کرنے کے بعد مستعیر (چیز کو عاریتاً لینے والا شخص) اس کے مالک کو وہ چیز واپس کر دیتا ہے۔اسی طرح عقد قرض میں مقروض رقم استعمال کر کے اس کا مثل واپس کر دیتا ہے۔اس طرح یہ دونوں معاہدے منافع کے تبرع کے معاہدے ہیں۔اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ درہم کا درہم کے ساتھ تبادلہ اگر بہ طور بیع ہوتو اسے دونوں طرف سے فوری قبضے کے ساتھ ہونا چاہیے لیکن اگر وہ بہ طور قرض ہوتو اس میں تاخیر نہ صرف جائز ہے بلکہ عین مطلوب ہے۔بیع صرف کے احکام کو قرض پر لاگو کرنا محض ایک مغالطہ ہے۔

ان چند مثالوں سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ تجارت و مالیات پر جدید فتاوی میں تلفیق اور جمع بین المذاہب پر غیر معمولی انحصار کیا گیا ہے۔معاملات کی یہ تمام صورتیں جائز تلفیق کے زمرے میں آتی ہیں جس کی بنیاد رفع حرج، اباحت اصلیہ، سد الذرائع اور مصلحت عامہ کے اصول ہیں۔نیز یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ نے تلفیق اور جمع بین المذاہب کے تمام معاملات میں تتبع رخص پر عمل نہیں کیا، بلکہ انتفاع بالرھن، کرنسی نوٹوں کا زر اصلی کے حکم میں ہونے اور اس کے مسلم فیہ نہ بن سکنے کی مثالیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ بعض معاملات میں جہاں احتیاط کی ضرورت زیادہ سمجھی گئی، وہاں رخصت والی رائے کو اختیار کیا گیا، بلکہ احتیاط پر عمل کیا گیا ہے جب کہ بقیہ معاملات میں اباحت اصلیہ کے قاعدے کے تحت رخصت پر عمل کیا گیا ہے۔

خلاصے کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں جو طرز تلفیق، مصالح شریعت کو نقصان پہنچانے کا باعث ہو، کسی مقررہ قانونی نظام کے خلاف ہو، یا اس کے ذریعہ سے عامۃ الناس کے حقوق کا ضیاع ہوتا ہو، اس قسم کی ہر تلفیق ناجائز اور ممنوع ہے، جب کہ وہ تلفیق جو مصلحت عامہ پر مبنی ہو، حالات وواقعات اس تلفیق کا تقاضا کرتے ہوں اور فقہائے مجتہدین کی طرف سے سامنے آئے تو ایسی تلفیق صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ معاصر فقہ میں تلفیق اور مراعاۃ الخلاف کو بہ طور منہج استدلال نہ صرف اجتماعی اجتہادات وفتاوی میں اختیار کیا گیا ہے، بلکہ اسلامی قانون کی تدوین (Codification) میں بھی اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔عالم اسلام میں شریعت اور فقہ

☆اکثر مایخاف لایکون موغالب مایسمع من مکروہ لایقع موفی اللہ کفایۃ وعندہ رعایۃ ومنہ العون .☆

اسلامی پرمبنی قوانین کی جہاں بھی اور جس شعبے میں بھی تدوین اور ضابطہ بندی ہوتی ہے،وہاں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس میں تمام فقہی اجتہادات کی بہتر باتوں کو جمع کردیا جائے۔ ہمارے ملک میں رائج کئی قوانین تلفیق کے نتیجے میں ہی وجود میں آئے ہیں۔قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان ۱۹۳۹ء،حدود آرڈیننس شہادت، قانون زکاۃ وعشر میں تمام فقہی مسالک سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ھیئۃ المحاسبۃ والمراقبۃ کے''شرعی معاییر''میں بھی اس منہج پر انحصار کیا گیا ہے۔اسی بناپر شرعی معاییر، عالم اسلام کاایک مؤثراورقابل عمل قانون مالیات وتجارت بن گئے ہیں۔آج کے عہد میں قانون سازی اورضابطہ بندی کسی ایک فقہ پرمبنی نہیں ہوسکتی لہٰذا اجتماعی مسائل میں اجتہاد وفتوی کے لیے تلفیق وجمع بین المذاہب کوایک بنیادی منہج استدلال کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔

حواشی

۴۱۔شمس الدین ابوعبداللہ الحطاب،تحریر الکلام فی مسائل الالتزام (بیروت:دارالمعرفۃ، ۱۹۸۴ء)،۱:۱۵۴،ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی،الاذکار(بیروت :دارالفکر،۱۴۱۴ھ)،۶:۱۵۸،علاء الدین ابوالحسن المرداوی،الانصاف(بیروت :داراحیاء التراث العربی،س۔ن)،۱۱:۱۵۵۔

۴۲۔علی حیدر،درالحکام شرح مجلۃ الاحکام،(بیروت:دارعالم الکتب،۲۰۰۳ء)۔

۴۳۔محمد بن علی الحصکفی،الدر المختار (بیروت:دارالمعرفۃ،س۔ن)،۵:۲۷۷۔

۴۴۔القرافی،انوار البروق،۴:۲۵،الحطاب تحریر الکلام،۱۵۵۔۱۵۶۔

۴۵۔نفس مرجع،۱۷۶۔

۴۶۔ابن رشد،بدایۃ المجتہد (بیروت:دارالمعرفۃ،۲۰۰۴ء)،۲:۶۱،محمد الخطیب الشربینی،مغنی المحتاج (بیروت:دارالکتب العلمیۃ،۱۹۹۴ء)،۲:۳۹۔

۴۷۔المرداوی،الانصاف،۴:۳۵۷۔

۴۸۔محمد بن احمد السرخسی،المبسوط (بیروت:دارالمعرفۃ)،۳۱:۹۱،علاء الدین ابوبکر الکاسانی،بدائع الصنائع (بیروت:دارالکتب العلمیۃ،۱۴۰۶ھ)،۵:۲۷۷۔

۴۹۔منصور بن یونس البہوتی،کشاف القناع (بیروت:دارالکتب العلمیۃ)،۳:۱۹۶۔۱۹۷۔

۵۰۔امام مالک،المدونۃ الکبری (بیروت:دارالکتب العلمیۃ،۱۴۱۵ھ)،۴:۳۵۳،ابن

رشد'بدایۃ المجتہد '۲:۱۸۴۔

۵۱۔الشربینی'مغنی المحتاج '۲:۵۳'تقی الدین السبکی 'تکملۃ المجموع (مصر:۱۹۷۱ء)'۱۲:۳۵۸۔

۵۲۔عبدالرحمٰن ابن رجب'الذیل علی طبقات الحنابلۃ(ریاض :مکتبۃ العبیکان'۱۴۲۵ھ)۲:۳۸۷۔

۵۳۔الکاسانی'بدائع الصنائع '۲:۱۴۶۔

۵۴۔امام مالک بن انس'المدونۃ الکبری (بیروت :دارالکتب العلمیۃ'۱۹۹۴ء)'۱۴:۳۱۷۔

۵۵۔ابواسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی'(المہذب فی فقۃ الامام الشافعیبیروت:دارالکتب العلمیۃ 'س۔ن)'۲:۹۲۔

۵۶۔البھوتی 'کشاف القناع'۳:۳۵۵'موفق الدین ابن قدامہ 'المغنی (مصر:مکتبۃ القاھرۃ'۱۳۸۸ھ)'۴:۲۸۹۔

۵۷۔محمد تقی عثمانی'اسلام اور جدید معاشی مسائل (لاہور:ادارہ اسلامیات'۲۰۰۸ء)'۲:۸۸۔۸۸۔

۵۸۔نفس مرجع۔

۵۹۔نفس مرجع۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کی نئی کتاب

مجلہ فقہ اسلامی کے گزشتہ سولہ برسوں کے اداریے، بنام غیر فقہی

اظہاریئے

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی.....مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی.....مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی.....جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

☆حافظ علی تکبیرۃ الاحرام جماعۃ واکثر المکث فی المسجد وعود نفسک المبادرۃ للصلاۃ تجد السرور.☆